غالب اور معراج الخیال پر ایک نظر

از جناب پروفیسر مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ

برہان شمارۂ نومبر ۱۹۷۲ء کا مضمون (غالب اور معراج الخیال) پیش نظر ہے۔ لائق مضمون نگار نے میرے ایک سہو قلم کی تصویب میں کامیابی حاصل کی اور معراج الخیال مؤلفہ میر وزیر علی عبرتی کے زمانۂ ترتیب کے بارہ میں مجھ سے جو فروگذاشت ہوئی، اس کی نشاندہی فرمائی ہے۔ میں دونوں باتوں کے لئے ان کا شکرگزار ہوں اور تہ دل سے ممنون۔ اور اسی جذبۂ خلوص کے تحت عرض کرنا چاہتا ہوں کہ معراج الخیال کے زمانۂ ترتیب کی تحقیق میں انھوں نے دراصل پوری بات بیان نہیں کی۔ مزید برآں تیزروی کے نتیجہ میں وہ لاشعوری طور پر کئی لغزشوں کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ لہٰذا سطور ذیل کا پیش کرنا ضروری معلوم ہوا۔

۱۔ اس میں شک نہیں کہ عبرتی نے معراج الخیال کو پہلے مرتب کیا ہے اور ریاض الافکار کو بعد میں۔ خود عبرتی نے دیباچۂ کتاب میں اس کی ترتیب کا سنہ ۱۲۵۷ ہجری بتایا ہے۔ لیکن وہ قطعۂ تاریخ جس میں (نظم روانی) سے یہ سنہ برآمد ہوتا ہے۔ عبرتی نے نہیں کہا بلکہ خود اس کی تصریح کے بموجب یہ قطعہ اس کے شاگرد سید علی بخش ملقب بہ امیر جان فرقتی کا نظم کردہ ہے۔[1] بہرحال عبرتی کی صراحت اور فرقتی کے تاریخی قطعہ کے باوجود ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء کو کتاب کے مکمل ہونے کا سنہ قرار دینا خلاف واقعہ

۱۔ دیکھئے معراج الخیال: ورق ۸۴/ب - ۸۵/الف؛ ریاض الافکار کا بھی یہی حال ہے کہ اس کی تکمیل پر قطعۂ تاریخ فرقتی نے لکھا ہے۔

معلوم ہوتا ہے۔ غالباً مضمون نگار کے سامنے معراج الخیال کی پوری نقل یا فوٹوگراف کاپی موجود ہو۔ وہ بہ آسانی مراجعت کر کے معلوم کر سکتے تھے کہ اندرون کتاب جا بجا ۱۲۵۷ھ کے سنین مثلاً ۱۲۶۲ھ، ۱۲۶۳ھ، ۱۲۶۴ھ بھی درج ہیں[1]۔ ان اندراجات کی بنا پر یہ کہنا کہ معراج الخیال کو عبرتی نے ۱۲۵۷ھ میں مکمل کر لیا تھا غلط ہے۔ اگر اس نے ۱۲۵۷ھ میں کتاب مکمل کر لی تھی تو اس کی کیا وجہ ہے کہ بعد کے مندرجۂ بالا سنین بھی ملتے ہیں۔ یا تو یہ اندراجات جعلی قرار دیئے جائیں یا یہ کہا جائے کہ عبرتی نے ۱۲۵۷ھ میں معراج الخیال کو مکمل نہیں کیا بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کی ترتیب کا آغاز کیا ہوگا۔ ورنہ اس کی تکمیل ۱۲۶۴ھ/۴۸-۱۸۴۷ء سے پہلے نہیں ہوئی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اپنے قلم کی معمولی لغزش کے نتیجہ میں مجھ سے ایک فاش غلطی سرزد ہوگئی کہ میں نے ۱۲۶۴ھ کی جگہ ۱۸۶۴ء لکھ کر معراج الخیال سے پہلے ریاض الافکار کو قرار دے دیا۔ حالانکہ معراج الخیال کی ترتیب کا زمانہ یقیناً ریاض الافکار سے پہلے ہے لیکن گیارہ سال نہیں بلکہ چار سال پہلے۔ معراج الخیال کی بابت مذکورۂ بالا مسئلہ پر فہرست نگار Waldimir Ivanow نے بھی روشنی ڈالی ہے اور بعد کے سنین کو خود مؤلف کی نظر ثانی کا نتیجہ قرار دیا ہے[2]۔

۲۔ غالب سے شائق کی ملاقات کے سلسلہ میں عبرتی کی عبارت[3] جیسا کچھ ثبوت بہم پہنچاتی ہے اس سے زیادہ واضح کوئی دوسری سند مضمون نگار پیش نہیں کر سکے۔ اس کے بعد صرف یہ طے کرنا باقی رہ جاتا ہے کہ دونوں کی ملاقات کہاں ہوئی، کلکتہ میں یا کہیں اور؟ میں نے صراحت نہ ملنے کی بنا پر قرینہ سے لکھا ہے کہ (بہ ظاہر اس کا موقع غالب کے قیام کلکتہ کے دوران آیا ہوگا[4]) لیکن مضمون نگار

۱۔ ملاحظہ ہو معراج الخیال: ورق ۴۰ رظ، ۱۴۱ رظ، ۷۹ رب، ۸۲ رظ

۲۔ Concise Descriptive catalogue of the Persian in the Curzon collection Asiatic Society of Bengal (Calcutta-1926) P.67

۳۔ برہان شمارہ اکتوبر ۱۹۶۲ء: ص ۲۸۰ (حاشیہ)

۴۔ ایضاً: ص ۲۷۹-۲۸۰ (حاشیہ)

نے ایک قدم آگے جست لگاکر دونوں کی ملاقات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے (... کہا جاتا ہے کہ شائق کلکتہ اور دہلی آئے تھے، اور کلکتہ میں ہی غالب سے ان کی ملاقات ہوئی[1]) حاشیہ پر تلامذۂ غالب ص ۱۹۸ کا حوالہ ملتا ہے، جس کی عبارت جچے تلے الفاظ پر مشتمل ہے (غالبا دہلی اور کلکتے بھی آئے تھے اور ممکن ہے کہ غالب سے ان کے قیام کلکتہ کے دوران میں ملاقات بھی ہوئی ہو)۔ بہرحال میں نے عبرتی کی عبارت مندرجۂ معراج الخیال سے جو نتیجہ نکالا ہے اس کی بنیاد پر غالب سے شائق کی ملاقات ایک حد تک طے شدہ مسئلہ ہے۔ اور منشی رحمٰن علی طیش کی تواریخ ڈھاکہ کے ضمیمہ[2] میں خواجہ محمد افضل نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی غلط نہیں، ان کو عبرتی کے بیان یا اس کے ہم معنی کسی دوسری روایت سے واقفیت نہیں ہو سکی لہذا وہ غالب سے شائق کی ملاقات کا ذکر نہیں کر سکے۔ لیکن یہ تازہ ترین دعویٰ کہ (کلکتہ میں ہی غالب سے ان کی ملاقات ہوئی) کسی صریح دلیل پر اگر مبنی ہے تو خیر، ورنہ (کہا جاتا ہے) جیسے الفاظ کی بنیاد پر اتنا بڑا دعویٰ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے اپنے مضمون میں جو محتاط انداز بیان اختیار کیا، اس کی وجہ اب ظاہر کر دوں کہ غالب سے شائق کی ملاقات کا مسئلہ ہزار طے شدہ سہی، یہ ضروری نہیں ہے کہ دونوں کی ملاقات کلکتہ میں ہی ہوئی ہو۔ اگرچہ زیادہ تر قرائن کلکتہ کے حق میں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ میں نے خود کلکتہ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مرشد آباد بھی ایک جگہ ہے جہاں ان دونوں کی ملاقات کا ایسا امکان ہے جس کو کسی صریح دلیل کے بغیر یک لخت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ مضمون نگار نے آگے ارشاد فرمایا ہے:

چونکہ غالب کی کلکتہ سے واپسی کے صرف تین سال بعد عبرتی کلکتہ پہنچے تھے اور ممکن ہے

۱۔ برہان شمارۂ نومبر ۷۵ء : ص ۳۴۶

۲۔ تواریخ ڈھاکہ کے آخری صفحات میں شعرائے ڈھاکہ کا تذکرہ ملتا ہے جس کو خواجہ محمد افضل مرحوم نے قلمبند کیا ہے لہذا میں ان چند صفحات کو ضمیمہ سمجھتا ہوں۔

کہ شائق اس عرصہ تک کلکتہ میں مقیم رہے ہوں، اس لئے غالباً حیدر جان شائق سے عبرتی کی ملاقات کلکتہ میں ہوئی تھی[1]"

راقم کے خیال میں (ممکن ہے) کا سہارا لے کر شائق کے قیام کلکتہ کو طول دینا اپنے اندر کوئی معقولیت نہیں رکھتا۔ یہ محض قیاس آرائی ہے جس کی تائید دلائل تو کیا کسی قرینہ سے بھی نہیں ہوتی۔ لطف یہ ہے کہ اس اختراع فائق کو بنیاد بنا کر یہ تحقیق پیش کی گئی ہے کہ (غالباً حیدر جان شائق سے عبرتی کی ملاقات کلکتہ میں ہوئی تھی) گویا میں نے جو لکھا ہے کہ:

"شائق سے عبرتی کی ملاقات جہانگیر نگر ڈھاکہ میں ہوئی تھی[2]"

وہ مضمون نگار کو مسلّم نہیں۔ وجہ اس کی کچھ اور ہو تو میں کہہ نہیں سکتا، ورنہ بظاہر مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ان کو عبرتی کے سفر جہانگیر نگر سے انکار ہے یا پھر اس کا مطلق علم نہیں۔ چونکہ میرے مضمون کو اس مسئلہ سے راست تعلق نہیں تھا لہٰذا میں نے اپنی تحریر کے ثبوت میں مفصل طور پر حوالہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھی تاہم عشقی سے شائق کے تلمذ کا ذکر کرتے ہوئے اخیر میں معراج الخیال (ورق ۹۴ رب) کا جو حوالہ میں نے دیا ہے[3]، اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ نہ صرف عشقی سے تلمذ کا حوالہ بہم پہنچا دیا جائے بلکہ شائق اور عبرتی کی ملاقات جو جہانگیر نگر میں ہوئی، اپنے بیان کا یہ جزو بھی بے سند نہ رہ جائے۔ مضمون نگار کے سامنے معراج الخیال کی منقولہ کاپی کا ہونا قرینہ سے ثابت ہے، اگر وہ زحمت فرما کر اس میں عشقی کا تذکرہ دیکھ لیتے تو عبرتی کا یہ بیان ان کو ضرور ملتا:

من راقم معنی شناس را اتفاق دیدن دیوان آن مرحوم بجہانگیر نگر ڈھاکا بپیش یکے از مخلصان شیریں زبان خواجہ حیدر جان متخلص بہ شائق کہ از شاگردان آن نازک تلاش

۱۔ برہان نومبر ۱۹۷۲ء : ص ۳۴۶

۲۔ برہان اکتوبر ۱۹۷۲ء : ص ۲۴۰ (حاشیہ)

۳۔ ایضاً : ص ۲۴۰ (حاشیہ)

باشد[1]... افتادہ"

(معراج الخیال : ورق ۹۴ ب)

میں نہیں سمجھتا کہ اس کے بعد بھی عبرتی کے سفر جہانگیر نگر کے بارہ میں کسی کو شک وشبہ ہوسکتا ہے اور جب یہ بات بلاشبہ ثابت ہے تو شائق سے عبرتی کی ملاقات کے مسئلہ میں کوئی کیوں مفروضات پر چلنا گوارا کرے۔

اب جبکہ بات یہاں تک پہنچ چکی ہے اور عموم بلوی کا یہ حال ہے کہ ژرف نگاہی کی جگہ صرف طول وعرض کی پیمائش مرتبۂ بحث وتحقیق حاصل کرتی جارہی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سفر جہانگیر نگر کے سلسلہ میں عبرتی کی دیگر تصریحات کی زبانی اس کی دلچسپ روئداد ہم اپنے قارئین کے گوش گذار کریں۔

(۱) آپ کو معلوم ہوچکا ہے کہ دیوان عشقی کا نسخہ، عبرتی نے ڈھاکہ میں شائق کے پاس دیکھا تھا۔ شائق کے علاوہ اور کن لوگوں سے عبرتی کی دید وشنید رہی اور جب تک ڈھاکہ میں قیام رہا عبرتی کو اپنے ذوق مطالعہ کی تسکین کا سامان کس حد تک میسر آیا اور بعد میں جو کتابیں مرتب کی ہیں ان کے لئے مواد کی فراہمی کے سلسلہ میں جہانگیر نگر کے کن شخصی ذخیروں سے خوشہ چینی کرنے کا موقع ہاتھ آیا، یہ سب کچھ بالتفصیل عبرتی ہی کے الفاظ میں سن لیجئے:

(۲) خان زمان مرزا محمد طاہر آشنا (م ۱۰۸۱ھ) عہد شاہجہانی میں منصب ہزار وپنجصدی رکھتا تھا۔ ابوطالب کلیم اس کے بے تکلف دوستوں میں تھے۔ عبرتی کو اس کا دیوان ڈھاکہ ہی میں دستیاب ہوا تھا، لکھتے ہیں:

"دیوان آن کامل العیار من محرر اوراق را جہانگیر نگر دہاکا بہ چشم در آمدہ بزعم خود خالی از کیفیت نیافتہ" (معراج الخیال : ورق ۶ ظ)

۱۔ غیر متعلقہ جملوں کی ضرورت نہیں تھی لہذا حذف کر دیئے ہیں

(۳) نداؔئی جو بقول آزاد بلگرامی شیخ محمد لاہجی کا لڑکا تھا، اس کے دیوان کی بابت ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے:

"دیوان آں سخن رس شیریں خیال را بس جستجو کردم، مگر دو سہ غزلے بر بیاض مشفق مرزا محمد صاحب کہ از روسائے دہاکہ باشد، البتہ بچشم فقیر در آمدہ، خالی از کیفیت نیافتم"

(معراج الخیال: ورق ۵۴/ب)

(۴) قاسم خان مخلص، اصلاً ایرانی تھا، پیدائش کشمیر میں ہوئی اس کی صرف چند غزلیں اسی سفر میں عبرتی کو مل سکی تھیں:

"اگرچہ دیوان آں معنی یاب، من مسود اوراق را کہ بجان جویانش بود، بچشم در نیامد مگر غزلے چند کہ در دلفریبی بر غزال چشم جادو نگہاں پیش دستیہا می ربود و بر دیدہ محو تماشائے نظارگیاں برنگ آئینہ ابواب حسرت می کشود، بر کہنہ بیاض میر محمد صاحب کہ یکے از رؤسائے جہانگیر نگر باشند البتہ اتفاق دیدن افتادہ۔"

(معراج الخیال: ورق ۶۶/ب)

(۵) مدہوش لاہوری عہد عالمگیری میں کسی عہدہ پر متقرر تھا۔ اس کی چند غزلیں شائق کے پاس تھیں:

"فقیر در زمانیکہ ہمرکاب محتشمی وارد دیار جہانگیر نگر دھاکہ بودم، غزلے چند از خواجہ حیدر جان شائق بدست افتادہ۔" (معراج الخیال: ورق ۶۷/ظ)

(۶) مرزا محمد رفیع واعظ قزوینی طائفہ امامیہ کے مشہور واعظ و مصنف کے مجموعہ کلام کے متعلق لکھتے ہیں:

"ہیچ مدان را دیوانش بنظر در نیامدہ، مگر غزلے چند بر بیاض مشفق آغا عبدالعلی صاحب بعد امین نواب سہراب جنگ بہادر دام شوکتہ، کہ از زیرک زادگان جہانگیر نگر دھاکہ باشد، بدست افتادہ۔"

(معراج الخیال: ورق ۸۰/ب)

(۷) بینش کشمیری جس کا مندرجِ ذیل شعر نقل کئے بغیر آگے بڑھنے کو جی نہیں چاہتا :

نیم بسمل بگذارید کہ پرواز کنم
چشم دارند براہم قفس ودانہ وہنوز

اس کے دیوان کے بارہ میں لکھتے ہیں :

"دیوانش را خیلے جستجو داشتم، از اتفاقات یکے از ہم رحلان فقیر کہ شیخ بَبر علی نام داشت از جائے بہم رسانده، بزمانیکہ بنده مقیم جہانگیرنگر دہاکہ بودم، نبشتہ فرستاده، قریب ده دوازده جز خواہد بود۔" (معراج الخیال : ورق ۱۶ ار ظ)

(۸) سَلیم طہرانی، محمد قلی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں :

"راقم در زمانیکہ مقیم شہر دہاکہ جہانگیرنگر بود، دیوان ومثنوی آن نازک خیال در کتب خانہ مشفق مرزا محمد صاحب برادر زن نواب سہراب جنگ بہادر دام شوکتہ، کہ جوانے است بس شگفتہ مزاج ورنگین طبع، دیده بود۔" (معراج الخیال : ورق ۵۳ ر ب)

منقولۂ بالا اقتباسات کے باوجود، آپ فرماسکتے ہیں کہ یہ احتمال اب بھی باقی رہتا ہے کہ شائق سے عبرتی کی ملاقات سفرِ جہانگیرنگر سے پہلے کبھی کلکتہ میں ہوچکی ہوگی، ان اقتباسات سے اس کی نفی نہیں ہوتی، نہ اس بات کی ان میں صراحت ملتی ہے کہ جہانگیرنگر پہنچ کر ہی شائق سے عبرتی پہلی بار ملے ہوں۔ لہذا ذیل کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے یہ آپ کے شکوک دور کرنے کے لئے کافی ہوگا۔

(۹) خواجہ اسد اللہ کوکب کے تذکرہ میں، کئی اہم باتوں پر مشتمل یہ بیان ملتا ہے :

"در زمانیکہ من محررِ اوراق برکاتِ[1] نواب بامروت و فرہنگ نواب سہراب بہادر جانب بقعۂ دلکشاء دہاکہ شتافتہ بودم، بدولت خانۂ مکرمی خواجہ علیم اللہ صاحب دام اشفاقہ کہ دولتمندے است مردم شناس، و خیلے بخلق وکرم آراستہ، وصیت جوانمردی در آن ناحیہ انداختہ،

۱۔ اصل نسخہ : ببرکات

بااین نیکو سرشتان ہمہ اخلاق مثل خواجہ حیدر رجان متخلص بہ شائق، وبدین سخن سنج نغز کلام اتفاق ہمزمی دست داد، اگرچہ درابتدائے ملاقات نوعی درسر ہوائے سخن سنجی داشتند مگر بعدازانکہ مایۂ مخالطت بمیان آمد وازاستعداد راقم اوراق بمعیار ادراک دررزدند، بس سطعہا آن ہردو دنا پرستان شیرین خیال بحال من فرہادمشرب مبذول داشتند، خصوصاً مشفقی خواجہ حید رجان۔" (معراج الخیال : ورق ۶۲ ظ)

میرزا محمد جن کا ذکر کئی جگہوں میں آچکا ہے غالباً میرزا محمد خاں ہیں جو شہر ڈھاکہ کے قدیم آبائی زمینداروں میں سے تھے۔ ان کی زمینداری پرگنہ بردہ کھادمیں پڑتی تھی اوراس کی ماہانہ آمدنی تین ہزار روپے کی تھی۔ جس سال نصرت جنگ نے انتقال کیا (۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء) ٹھیک اسی سال مرزا محمد خاں کے والد مرزا محمد کاظم خاں کشتی سے گرکر غرقاب ہوئے تھے۔ بقول منشی رحمٰن علی طیش ان کا مکان محلہ بچھارام کی ڈیوڑھی میں تھا۔[۱] طیش نے مرزا کاظم خاں کی لڑکیوں کے بارہ میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ اگر ہمارا قیاس صحیح ہے تو عبرتی کی تصریحات سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ نواب سہراب جنگ اور آقا عبدالعلی دونوں اسی میرزا محمد کاظم خاں کے داماد تھے۔ میرزا محمد سے عبرتی کا تعلق ڈھاکہ سے واپسی کے بعد تک قائم رہا اور گاہ بگاہ خط وکتابت ہوتی رہی۔ جیساکہ آئندہ معلوم ہوگا۔

نواب سہراب جنگ جن کی مصاحبت میں عبرتی نے جہانگیر نگر کا سفر کیا تھا، ان کا نام حسین قلی خاں ہے۔ ان کی نشو ونما عظیم آباد میں ہوئی اور عبرتی سے ان کے تعلقات خاصہ بے تکلفی کے تھے۔[۲] ان کے والد نواب روشن الملک مبارک الدولہ محمد مہدی قلی خاں بہادر شوکت جنگ تھے جن کی بارگاہ میں عبرتی نے پہلی بار ملازمت اختیار کی تھی۔ ریاض الافکار میں سہراب جنگ کا مستقل تذکرہ ملتا ہے[۳]۔

۱۔ تواریخ ڈھاکہ: ص ۱۸۸؛ آسودگان ڈھاکہ: ص ۱۴۷ – ۱۴۸ (۱۹۴۶ء)

۲۔ معراج الخیال، ریاض الافکار (تذکرۂ عبرتی)

۳۔ ریاض الافکار (باب السین مہملہ)

آقا عبدالعلی کا ذکر طیش کی تواریخ ڈھاکہ میں ضمناً آتا ہے[1]۔ نائب ناظم جسارت خاں کی نسل سے آخری پنشن یافتہ نواب غازی الدین خان فیروز جنگ (م ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۲ء) نوعمری کے علاوہ اوباش مصاحبوں کے اثر میں عشرت کوشی کا شکار ہو کر رہ گیا تھا۔ آقا عبدالعلی ان چند خیر خواہوں میں سے تھے جو فیروز جنگ کو راہ راست پر لانے کی سعی و تدبیر میں پیش پیش رہے۔ غالباً یہ وہی آقا عبدالعلی ہیں جن کے پوتے آغا احمد علی نے مرزا غالب کی قاطع برہان کا جواب مؤید برہان کے نام سے لکھا۔

خواجہ علیم اللہ جن کے دولت خانہ پر عبرتی کی ملاقات خواجہ اسد اللہ کوکب اور حیدر جان شائق سے ہوئی، نواب سر خواجہ عبدالغنی کے والد ہیں ان کا انتقال ۱۸۵۴ء میں ہوا[2]۔ یہ ملاقات گویا ابتدائی دور کی ملاقاتوں میں سے ایک تھی، اولین ملاقات نہ تھی۔ عبرتی سے شائق وغیرہ کی پہلی ملاقات جو ہوئی تھی اس میں کچھ ایسا حادثہ رونما ہوا تھا جس سے فریقین میں تلخی پیدا ہو گئی تھی گرچہ یہ تلخی بہت جلد دور بھی ہو گئی۔ بہرحال اس حادثہ کی طرف عبرتی کی منقولہ بالا عبارت میں کچھ اشارہ موجود ہے۔

ڈھاکہ میں عبرتی کا قیام سات آٹھ مہینے کے قریب ضرور رہا۔ ایک خط بچپن کے ساتھی شاہ بخشش حسین وحشتی[3] (م ۱۲۶۲ھ) کو لکھتے ہیں جو ڈھاکہ پہنچ کر غالباً ایک آدھ مہینے کے اندر

۱۔ تواریخ ڈھاکہ: ۱۶۴، ۱۶۶، ۱۶۹، ۲۲۵

۲۔ تواریخ ڈھاکہ: ص ۲۴۹-۲۵۰؛ نیز: F. B. Bradley-Birt Twelve Men of Bengal, (Calcutta-1910) pp 174-175

۳۔ وحشتی کا آبائی مکان تلاڑہ مضافات عظیم آباد (غالباً موجودہ تلاڑھا) میں تھا۔ لیکن پیدائش شیخ پورہ میں ہوئی۔ ان کا پدری سلسلہ نسب قاضی حمید الدین ناگوری سے اور مادری سلسلہ مخدوم شاہ شعیب در شیخ پورہ سے ملتا ہے۔ لکھنؤ میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ معراج الخیال ورق ۹، رظ، ریاض الافکار (تذکرہ وحشتی)

ہی لکھا گیا ہے۔ اس میں کئی اہم اطلاعات ملتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(الف) عبرتی ۱۱ر جمادی الاول کو ڈھاکہ پہنچے۔ کس سال پہنچے اس کی صراحت نہیں کی ہے۔ بہرحال یوں رقمطراز ہیں:

"پس از نیاز پاشیہائے خادمانہ حرفے کہ برزبان خامہ گذارد، اینکہ یازدہم ماہ جمادی الاول اتفاق پیوستن دہاکہ گشت۔ البتہ سوادے دلکش دارد۔"

(ب) یہ سفر جیسا کہ اوپر کہیں مذکور ہوا "رکاب معتشمی" یا نواب سہراب جنگ بہادر کی مصاحبت میں پیش آیا تھا۔ سفر کی صعوبت مشہور ہے لیکن اس سفر میں جیسے عبرتی کے سنہرے خواب پورے ہوئے۔ وہ ڈھاکہ پہنچ کر مصروف گلگشت ہو گئے اور کھل کر دادِ عیش دیتے رہے؛ ملاحظہ فرمایئے کس قدر صاف لکھتے ہیں:

" باقی انچہ از حال خود تواں نگاشت، روزانہ مرغ پلاؤ خوردن است، و آب یخ پروردہ نوشیدن، و شب صہبائے پرتگالی کشیدن ...[1]۔ سوگند بدرازی شب فراق کہ نسبت بوطن صد مرتبہ بخوش حالی می گذرد۔"

(ج) ڈھاکہ کے اصحاب علم و ادب کے بارہ میں عبرتی کی رائے بھی سن لیجیے، لکھتے ہیں:

" وبااکثرے از خامہ کوبان و نثر نویسان ہم کہ اتفاق ہم بزمی افتاد بے اختیار این مصرع برزبان آمد مصرع:

خرس در کوہ بوعلی سینا"

میرے خیال میں عبرتی نے اس رائے میں سخت بے انصافی کی ہے اور باشندگان جہانگیر نگر کی مہمان نوازی و وسیع القلبی کا صلہ جس انداز میں دیا ہے اس سے آپ عبرتی کا بھونڈا پن سامنے آجاتا ہے۔ خواہ اسے ہم کسی وقتی جوش غضب کا نتیجہ ہی کیوں نہ قرار دیں۔

۱۔ ایک جملہ دانستہ حذف کیا گیا۔

(۵) عبرتی کے اس خط کی تاریخ معلوم نہیں ہو سکی لیکن ڈھاکہ پہنچنے کی جو تاریخ درج ہے اس کے بعد وہ ماہ محرم سے پہلے ڈھاکہ سے واپس ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ لکھتے ہیں :

"بخت ساز گار اگر مساعدت کند انشاء اللہ تعالیٰ تا ماہ محرم ازایں دیار بری آیم وبہمان خود رامی بینم زیادہ فدائے کریم شب مہاجرت رالبحر رسانادہ۔"

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عبرتی اگر ماہ محرم میں واپس بھی ہوئے ہوں گے تو ڈھاکہ میں ان کا قیام آٹھ ماہ کے قریب ضرور رہا ہوگا۔

ڈھاکہ کے زمینداروں میں شیخ عنایت علی بھی گزرے ہیں۔ بہ قول طپش ان کا انتقال ۱۲۹۳ھ ہجری میں[1] ہوا۔ عبرتی کا ایک رقعہ ان کے نام بھی ملتا ہے جو بزمانۂ قیام ڈھاکہ ابتدائی ایام ہی میں لکھا گیا ہے اس خط کے دو جملے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں :

"بشرط تقاضائے محبت عالم ازل بمن حلقہ زن در شوق، دستوری تواں داد تا من سر بدامن غربت انداختہ، برائے دمے چند فائز انجمن ارم محسود گشتہ، حظے از ہمزبی وہم سخنی بردارم ؎

آیم بسر کوئے تو پویان پویان

عشاق صفت وصل تو جویان جویان"

دیکھا آپ نے ان الفاظ کو ماقبل کی منقولہ رائے سے کیا نسبت ہے! افسوس ان خطوط کی روشنی میں عبرتی کا جو تشخص ہوتا ہے وہ انسانی قدروں پر پورا نہیں اترتا۔ بہرحال دوسرا فقرہ جو میں نقل کرنا چاہتا ہوں، وہ حسب ذیل ہے :

" واگر بلحاظ قیل وقالی کہ باشفیق خواجہ اسد اللہ[2] ومخلص خواجہ حید رجان برلفظ بخت وطالع

۱۔ تواریخ ڈھاکہ : ص ۲۰۰ - ۲۰۱، ۱۷۰

۲۔ اصل : خواجہ سد اللہ (؟)

رفتہ موجب تأمل بود، اختیار بدست آن سر دفتر مہرپرستانست، من مشتاق غریب چنداں مصر ہم نیستم کہ پاس خاطر یاران وطن نفرماید۔"

یہ جملہ صاف بتا رہا ہے کہ عبرتی کی معرکہ آرائی خواجہ اسد اللہ اور خواجہ حیدر جان سے ان دونقطوں کے سلسلہ میں ہوئی تھی اور غالباً یہ ملاقات کا پہلا موقع تھا جس کے اثرات کی طرف عبرتی نے اسد اللہ کوکب کے تذکرہ میں بایں الفاظ اشارہ کیا ہے:

"اگرچہ درابتدائے ملاقات نوعے درسر ہوائے سخن سنجی داشتند"۔

اس کے بعد خواہ عبرتی کی قابلیت و دستگاہ کا لوہا فریق مقابل نے مان لیا ہو جیسا کہ خود عبرتی نے لکھا ہے، خواہ اسے ہم ان بھلے مانسوں کی کشادہ قلبی و جذبۂ مہمان نوازی سمجھیں جنھوں نے عبرتی کے دیوانانیت سے پنجہ آزمائی کرنے کے بجائے مخاصمت کا جواب محبت و آشتی سے دیا، ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس معرکہ کی داغ بیل خود عبرتی نے ڈالی تھی لیکن خوش قسمتی سے وہ اس کا خمیازہ کھینچنے سے بال بال بچ گئے اور صرف ان میزبانوں کے طرح دے جانے کی وجہ سے بچ سکے ع

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

تفصیل ان تمام باتوں کی ذیل کے الفاظ میں سن لیجئے جو اپنے ایک استاد لالہ پٹن لال کے نام مکتوب میں عبرتی نے لکھا ہے:

"بعالی خدمت رمزفہم دلہائے مستندان مکرمی لالہ پٹن لال صاحب زادمجدہ تحریر یافت:

مہرمجسم جناب استادنا، خدا سایۂ شفقت از سرم گم مکناد، ہیچمدان شاگرد عبرتی، عنوان رقیمہ نیاز بہ بسم اللہ عقیدت، ہرنگ مصحف روے بیان ساختہ، بدینسان شرح دہ از حال خویش است۔ کہ چوں دوسہ روز بر ورود دہاکہ بسر آمد، روزے ایں مذاق نشناس از وادید شیخ غلام پیر کہ از بہین دولتمنداں ایں دیار باشد، رفت۔ بعد از معرفت یکدگر و استفسار زادوبوم، سلطے بتکلف تمام در انداختہ، تکلیف دست بکاسہ بردن بدین جانب زیاد کرد۔

دَہ چہ دستار خوانی کہ از ہر قسم خوردنی با حلاوت بر آن چیدہ و قریب بہ بست تن از ملیدا این شہر پیرامونش نشستہ۔ ہمینکہ از خوردن تمام فراغ یافتہ، آنجلہ والا دستگاہان بر آمدہ، سرکری جا گرفتند۔ ازین میان خواجہ حیدر جان نام شاعرے کہ ملک الشعرائے این شہر بود، کلافۂ سخن بدین ہیچمدان وا کرد۔ بعد از راندن از ہر درے حکایتے، فرمود، صاحب! چیزے از افکار خود لطف فرمایند کہ خیلے مشتاقم۔ این نارسیدہ بزم فہیدگی از افکار خود خدمتش خواندہ مورد تحسین شد۔

چوں نوبت بخواندن اشعار بخواجہ صاحب افتاد۔ سر مطلع بیافتن ستے در غزل آن خوش تلاش لب ناطقہ اش دوختم دگر مبادرت بخواندن شعر نفرمود۔

یاران صحبت کہ بزعم خود در پے الزام فقیر بودند، چوں بدیں رنگ دیدند، بیشتر بدیں کس مہرس گرویدہ با مہر دوستانہ پیش آمدند۔

سوگند بجان راستی کہ این ہمہ بیش دستیہا محض بفضل قادر تواناست، بہ برکت دعاے تہ دل مخلصان ورنہ این ہیچمدان و این رنگ گوئے سبقت ربودن۔ زیادہ خامہ عذر خواہ ر"

یہ ہے خواجہ حیدر جان شائق سے عبرتی کی پہلی ملاقات اور اس کی دلچسپ روداد۔ کیا اس کے بعد بھی آپ یہی فرمائیں گے کہ (غالباً حیدر جان شائق سے عبرتی کی ملاقات کلکتہ میں ہوئی)؟؟ شیخ غلام پیر جن کا ذکر آخری اقتباس میں آتا ہے بظاہر میرزا غلام پیر ہیں جو شہر ڈھاکہ کے خاندانی زمینداروں میں سے ایک تھے۔ ۱۲۸۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[۱]

ڈھاکہ کا سفر عبرتی نے ۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۲ء۔ ۱۸۴۱ سے پہلے کیا ہوگا جو معراج الخیال کے مرتب کرنے کا آغاز ہے۔ اس لئے کہ اس کی ترتیب شروع کرنے سے پہلے کوکب اور شائق

۱۔ تواریخ ڈھاکہ: ص ۱۹۸۔ ۱۹۹؛ آسودگان ڈھاکہ: ص ۵۵ (ضمنی تذکرہ)